قُل جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

(بنی اسرائیل ۱/۸)

(حق آیا اور باطل بھاگا اور باطل بھاگنے ہی کی چیز ہے)

مناظرہ ڈونجھ

عبدالرحیم کچھیؒ اور پیر غلام مجددؒ شکارپوری کے درمیان ۱۹۴۳ء میں مقام ڈونجھ (تھرپارکر) سندھ میں ہونے والے مناظرہ کی روداد۔

اردو ترجمہ: عبدالحفیظ سمرو

شائع کردہ: فضل احد، دفتر توحید

توحید روڈ۔ کیماڑی۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سُورۃ توبہ۔ آیت: ۳۲)

ترجمہ:۔ ان کا ارادہ ہے کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اپنے منہ سے، پر اللہ اپنے نور کو پورا کیئے بغیر نہیں رہے گا چاہے منکرین بُرا مانیں۔ ؎۱

اس تمہید پر مندرجہ ذیل واقعہ گواہ ہے۔ جیسا کہ ضلع تھرپارکر کے تعلقہ مٹھی کے ایک گاؤں ڈونجھ میں ایک مولوی صاحب علی محمد جونیجو اپنے وعظ میں دس بارہ سال سے شرک اور بدعت کا رد کرتے آئے ہیں۔ وہ ہمیشہ لوگوں سے کہتے آرہے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں۔ قرآن پاک کو اپنے دین کی بنیاد بنائیں، اور مولوی اور پیروں کی ملفوظات اور ان کی نام نہاد فقہ کو ترک کردیں کیونکہ اُسی نے آپ کو دُنیا میں ذلیل و خوار کیا ہے۔ اِسی وجہ سے آپ دُنیا میں اپنی طاقت، حکومت، اسلامی رعب، اور دینی فیصلہ کی قوت کھو چکے ہیں، جس نے آپ کو غیر قوموں کا غلام بنا دیا ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے کہ: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (آیت ۱۱، سُورۃ الرعد) "یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اُس وقت تک حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہیں بدلتی"۔ سو اس لئے اگر تم قرآن مجید کے عامل ہو گے تو اللہ تعالےٰ تمھاری عزت اور وقار قائم رکھے گا۔ بصورت دیگر تم ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے رہو گے۔

اس تبلیغ کی وجہ سے مخالفینِ توحید اور حامیانِ شرک اور بدعت پریشان ہو گئے، انہوں نے

؎۱ :۔ ناظرین کرام اِس آیت کی آگے اور پیچھے والی آیتیں بھی احبار و رہبان کے بارے میں ہیں۔ اِسی طرح پیروں اور مولویوں کی اکثریت کا آج بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی بڑی مہارت اور چالاکی سے اپنی تفاسیر اور کتابوں میں قرآنی آیات کے مقصد میں ردو بدل اور تحریف کر کے خلقِ خدا کو دھوکہ دے رہے ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ قرآن پاک کے اصلی معنیٰ کی جگہ اپنے معنیٰ بنا کر قرآن کی روشنی کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت اس آیت میں لفظ يُرِيدُونَ کی ضمیر بھی احبار و رہبان (پیر اور مولوی) ہی ہیں۔ جس کو ھر ذی شعور انسان سمجھ سکتا ہے۔ (عبدالعزیز عرب)

مولوی صاحب کو مخالفت بند کرنے کے لئے کہا۔ اور اگر تم مخالفت بند نہیں کرتے تو تم اپنے علماء کو بُلاؤ اور ہم اپنے مولویوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آپس میں مناظرہ کریں، جس سے حق اور باطل ظاہر ہو جائے۔ مولوی صاحب نے یہ دعوت قبول کرلی اور مندرجہ ذیل علماء کو دعوت دی:۔ (۱) مولوی عبدالرحیم صاحب بچھی کچھ والے (۲) مولوی محمد عمر صاحب جونیجو ڈیپلائی (۳) شیخ عبدالعزیز صاحب عرب۔

مخالفین نے اپنے جن مولویوں کو بُلایا وہ تھے:۔ (۱) پیر غلام مجدد شکار پوری (۲) مولوی ملا کاتیار والے (۳) مولوی ڈینبر اسٹیٹ والے (۴) مولوی عبدالغفور کنری والے اور مٹھی، چھاچھرو کے دیگر مولوی۔

امن و امان قائم رکھنے کے لئے جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع تھرپارکر، ضلع پولیس، اور دوسرے کئی معززین بھی شریک ہوئے۔ مثلاً الحجز یو خان رئیس، سیدغلام شاہ کھارے والے اور ہزارہا مسلمان بھی شریک ہوئے۔

بالآخر مذکورہ مناظرہ بتاریخ ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ دسمبر سال ۱۹۴۳ء مقرر ہوا۔ جلسے کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے پیر غلام مجدد نے اہل توحید کو ایک خط لکھا کہ ہم مندرجہ ذیل چار مضامین پر بحث کرینگے:

(۱) حیات النبیؐ (۲) تقلید (۳) استعانت، مُردوں سے مدد مانگنا (۴) وہابی ناری ہیں۔

خط کے جواب میں عبدالعزیز عرب صاحب نے لکھا کہ (۱) حیات النبیؐ قرآن سے ثابت نہیں ہے اور یہ جملہ آپ کا بنایا ہوا ہے۔ قرآن میں ہے کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (ترجمہ) اُسی پر بھروسہ رکھ جو ہمیشہ زندہ ہے اور مرنے والا نہیں۔ (الفرقان، آیت ۵۸)

(۲) تقلید بھی آپ کی بنائی ہوئی ہے، جس کے لئے نہ آپ کے پاس قرآنی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی حدیث۔ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ (سُورۃ النجم، آیت ۲۳)

ترجمہ:۔ "یہ نام تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھے ہیں، جس کے لئے اللہ سے کوئی بھی حکم نازل نہیں ہوا ہے مگر گمان کی پیروی کرتے ہیں اور نفس کی خواہش پر چلتے ہیں"۔ گویا تم نے اُمتِ محمدیہ کی ایک جماعت کو فرقوں میں تقسیم کردیا ہے اور ہر ایک فرقے نے اپنی کتاب، اور اپنے امام اور حلال و حرام کو دُوسرے فرقے سے جُدا کر رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى ترجمہ: "اُن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے"۔ تو پھر اپنی بنائی ہوئی کتابوں اور اپنے بنائے ہوئے مسائل کی کیا ضرورت ہے؟

(۳) مُردوں سے مدد مانگنا یا پُکارنا، یہ تو خاص مشرکین کا طریقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ

اگر کسی بھی تفسیر سے یہ ثابت کر دیں کہ نفس کے معنیٰ جان ہے تو ہم نے مناظرہ ہارا۔ لیکن یقین کر لینا چاہیئے کہ ایسا نہیں ہے، اور پیر صاحب کہتے ہیں کہ " اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْن" کافر کہتے تھے مگر ایسا ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو ہماری رہبری اور رہنمائی کیلئے نازل ہوا ہے۔

" تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ " (یہ ایک گروہ انبیاء تھا جو گزر گیا) کے بارے میں پیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ نبیوں کے لئے نہیں لیکن شاید پیر صاحب نے اس آیت سے متعلق دوسری (۱۳) آیات نہیں دیکھیں اگر وہ ایک نظر اس پر ڈالتے تو یقین ہو جاتا کہ یہ آیت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہی ہے۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ نبی زندہ ہیں یہ تو ہم بھی مانتے ہیں، لیکن جسمانی زندگی کا کوئی بھی ثبوت نہیں دے سکا ہے۔ اگر وہ زندہ ہیں تو پھر ہم اُن کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ اگر کچھ لوگ پیغمبروں کو دیکھتے ہوں تو ہمیں بھی دکھلائیں ہم ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیں گے اور انھیں صحابہ کرامؓ جیسا سمجھیں گے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ آخری بیماری میں یہ الفاظ کہتے تھے " اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی " یعنی اے اللہ الرفیق الاعلیٰ۔ دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: حضرت فاطمہؓ آئیں اور کہا: " واکَرْبَ اٰبَاہ " ہائے میرے ابا کو کتنی تکلیف ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: " لَیْسَ عَلٰی اَبِیْکِ کَرْبٌ بعد الیوم " یعنی تمہارے والد کو آج کے بعد پھر کبھی تکلیف نہ ہوگی (آج دُنیاوی زندگی کا آخری دن ہے)، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریمؐ کو دفن کر کے آئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ اے انسؓ! تمہارے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے کے لئے کیسے اُٹھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر پیغمبروں کی جسمانی حیات ہوتی تو اُن کو دفن نہ کیا جاتا۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھنا زندوں کا کام ہے نہ کہ مُردوں کا۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ قبر برزخی ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اِسی قبر کے بارے میں نبیؐ نے فرمایا کہ " القبر (۱۴) روضۃ من الریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار "۔[1] یعنی برزخی قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ اس مٹی کی قبر میں نہ تو کوئی باغ ہے اور نہ ہی دوزخ کا کوئی گڑھا۔ یہ ایک برزخی دوسرے جہاں کا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جس کا ثبوت خود پیر صاحب کی پیش کردہ حدیث سے ملتا ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت موسیٰؑ کو معراج کی رات چھٹے آسمان پر دیکھا۔ اب وہاں قبر والی زمین کہاں آئی۔ سو چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰؑ کی برزخی قبر ہے " یُصَلِّیْ " کے معنی نماز نہیں بلکہ دُعا ہے۔

---

[1] یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے " صَلِّ عَلَیْھِمْ " یعنی اُدْعُ لَھُمْ (سورۃ توبہ) یعنی زکوٰۃ دینے والے کے لئے دُعا کر " اسی طرح آیت صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ احزاب آیت ۵۶) " اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ یعنی دُعا اور سلام کہو۔ الغرض لفظ صلوٰۃ کا عربی لُغت میں معنیٰ صرف دُعا ہے۔ جیسے کہ جنّتی سب جنّت میں دُعا اور سلام اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوں گے اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ قبر کی دو اقسام ہیں۔ اوّل قسم وہ ہے جس میں بدن رہتا ہے، وہ فانی اور ٹوٹنے پھوٹنے والی ہے۔ دوم: وہ قبر ہے جس میں رُوح ہے اور سوال و جواب اُسی برزخی قبر میں ہوتے ہیں، اور بہشت اور دوزخ بھی اسی برزخ میں ہیں۔ ایک آدمی آگ میں جل گیا، دوسرا پانی میں ڈوب گیا اور تیسرے کا جسم جانور کھا گئے، لیکن دونوں فرشتے اُن سے بھی سوال کریں گے اور ان کو بھی عذاب ہوگا اگر وہ گنہگار ہوں گے، تو پھر پیر صاحب بتائیں کہ کیا وہ قبر زمین پر ہے ہرگز نہیں، وہ حقیقت میں برزخی قبر ہے۔ اگر تم لوگوں کے ایسے سوال و جواب سے انکار کرو گے تو تمھارے اور ہندوؤں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں۔ تو پھر اپنے مُردوں کو کیوں نہیں جلاتے؟ تاکہ نہ تو اُن سے سوال و (۱۵) جواب ہو اور نہ ہی ان پر عذاب قبر ہو۔ اگر نہیں تو پھر ہمارا دعویٰ سچّا ہے کہ برزخی قبر حقیقت ہے نہ کہ مٹی کی قبر۔

پیر صاحب کی تقریر:

نبی کریمؐ جب معراج کے لئے تشریف لے گئے تب حضرت آدمؑ نے آپ کو کہا " مرحبا بالابن الصالح " (خوش آمدید میرے نیک بیٹے)۔ نبیؐ کا معراج جسمانی تھا اور حضرت آدمؑ کا دیکھنا بھی جسمانی حیاتی میں تھا۔ اُس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بھی کہا: " مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح "۔ حضرت موسیٰؑ نے نبیؐ سے پوچھا کہ آپ پر کتنی نمازیں فرض ہوئیں؟ جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا ۵۰ وقت فرض ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ۵۰ وقت کی نماز آپؐ کی اُمّت سے ادا نہ ہوگی، اس لئے آپؐ دوبارہ اللہ تعالیٰ سے اُس میں تخفیف کے لئے کہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ کے حضور تخفیف کیلئے درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی درخواست منظور کرتے ہوئے ۴۵ وقت فرض کئے۔ اُس کے بعد آپؐ پھر جب حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو انہوں نے پھر آنحضرتؐ سے مزید تخفیف کے لئے کہا۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ نے آپؐ کو آٹھ مرتبہ نمازوں میں تخفیف کے لئے کہا اور آپؐ بار بار اللہ تعالیٰ سے تخفیف کے لئے کہتے رہے اور ہر بار ۵ وقت کی تخفیف ہوتی رہی حتیٰ کہ ۵ وقت نماز فرض ہوئی۔ اِس بار جب حضرت موسیٰؑ نے آپؐ کو تخفیف کے لئے کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ اب تو مجھے کہتے ہوئے حیا آتی ہے۔ (۱۶)

اُن کو اپنے نفسوں پر شاھد بنایا اور اُن سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں (سب نے) کہا ہاں کیوں نہیں ۔" (سورۃ الاعراف ، آیت ۱۷۲)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریمؐ کی انبیاء سے گفتگو روحانی تھی نہ کہ جسمانی۔[۱] باقی حضرت آدمؑ سے بارہ ہزار سال پہلے حضور اکرمؐ کی پیدائش اور کنتُ کنزاً مخفیاً اور خلق محمدؐ یا نور محمدؐ کی روایتیں صحیح نہیں بلکہ موضوع ہیں۔

ویلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیۡمٍ ۔ (سورۃ جاثیۃ آیت ۷) اس جھوٹ کے لئے صرف یہ جواب کافی ہے جو کہ اس آیت میں ہے" قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ " (کہدیجئے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں) اس کے علاوہ حیات اور موت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور " الضدان لا یجتمعان ۔"

(۱۸)

مسئلہ استمداد پر بحث

مولوی کاٹھیاواڑی کی تقریر :

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۚ﴿ۖ﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ؕ﴿﴾ لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ، (سُورۃ یونس، آیۃ ۶۲ ، ۶۳ ، ۶۴)

خبردار! جو اللہ کے اولیاء ہیں، نہ انھیں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے، جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ان کے لئے دُنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں نہیں بدلتیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

دیکھیں اللہ کے پیارے وہ ہیں جنھیں کوئی ڈر نہیں، تو پھر کیوں نہ اُن سے مدد مانگی جائے۔ حدیث قدسی میں ہے:" ومَا یَزَالُ عَبۡدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ، فَاِذَا اَحۡبَبۡتُہٗ کُنۡتُ سَمۡعَہُ الَّذِی یَسۡمَعُ بِہٖ ، وَبَصَرَہُ الَّذِی یُبۡصِرُ بِہٖ ، وَیَدَہُ الَّتِی یَبۡطِشُ بِہَا ، وَرِجۡلَہُ الَّتِی یَمۡشِی بِہَا ۔ (ریاض الصالحین کا فوٹو صفحہ ۶۰)

یعنی میرا بندہ برابر نوافل سے میری قربت چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر میں وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے

---

[۱] :۔ یہ بات صحیح نہیں قرآن اور بخاری سے ثابت ہے کہ یہ ملاقات آسمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسدِ عنصری کے ساتھ مختلف پیغمبروں کے ساتھ کی جو آسمانوں پر برزخی جسم کے ساتھ تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

حضور اکرمؐ لگاتار روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم مجھ جیسے نہیں ہو، اس لئے ایسا مت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بلند ہے اور وہ حیات ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم جیسا انسان نہیں ہوں بلکہ میں ایک نور تھا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہتا تھا۔[۱]

مولوی محمد عمرؒ کی تقریر :

میں نے اس سے پیشتر قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کی ہیں اور دیگر احادیث بھی، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات بھی نبی کریمؐ اور دوسرے انبیاء کی وفات کا ثبوت ہیں۔

(۱۲) وَسَلٰمٌ عَلَیۡہِ یَوۡمَ وُلِدَ وَ یَوۡمَ یَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا ﴿﴾ (مریم آیۃ ۱۵)

حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو اس دن جب وہ پیدا ہوا جس دن وفات پائے اور جس دن وہ اٹھ کھڑا ہو جی کر۔

(۱۳) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا (مریم آیۃ ۳۳)

(۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر سلام جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں وفات پاؤں اور جس دن زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوں۔

(۱۴) قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (انعام آیۃ ۱۶۲)

کہہ دے (اے پیغمبر) تحقیق میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت آدمؑ کا نبی علیہ السلام سے ملنا بھی اُن کی روحانی حیات میں تھا جیسے کوئی سویا ہوا آدمی خواب میں کسی مرے ہوئے کو دیکھتا ہے اور وہ اس سے گفتگو کرتا ہے ۔ رُوحوں سے گفتگو کے متعلق میثاق والی آیت دلیل ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے :۔

وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَ اَشۡہَدَہُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی (سُورۃ الاعراف ، آیۃ ۱۷۲)

ترجمہ :۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آدم کی اولاد کو ایک دوسرے کی پیٹھوں سے پیدا کیا اور

---

[۱] : پیر صاحب نے جو تقریر کی اس میں حیات کا کہیں نام و نشان بھی نہیں بلکہ وہ موضوع سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔